سلسلة قصص الانبیاء

23

صندوق کی واپسی

اشتیاق احمد

23

صندوق کی واپسی

قصّہ سیّدنا داؤد علیہ السلام
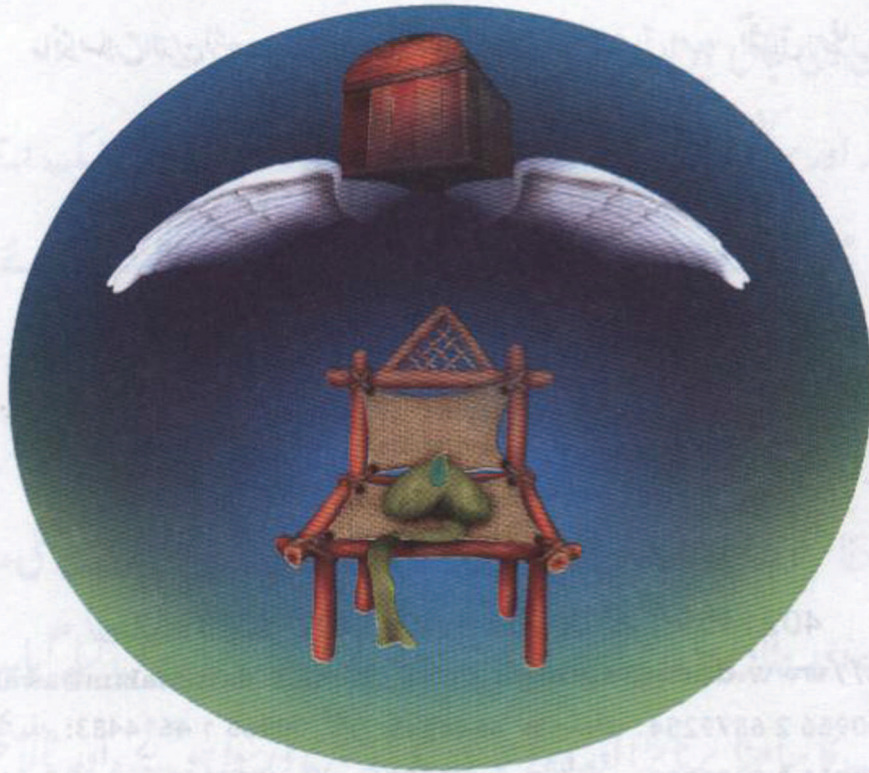
اشتیاق احمد

دارُالسّلام
کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاھور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ھیوسٹن • نیو یارک

صَندوق کی واپسی
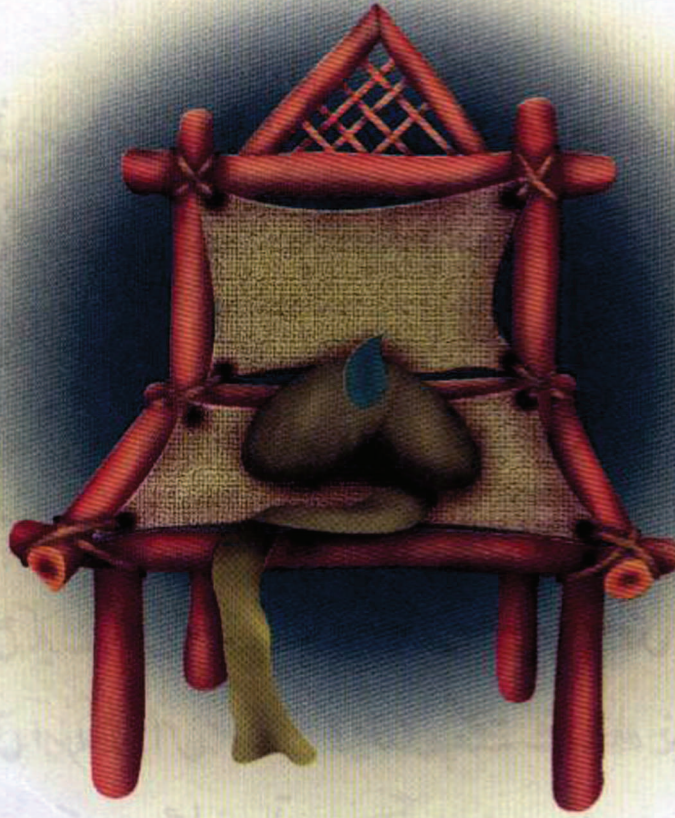
''دادی جان! آج آپ ہمیں بھلا کون سی کہانی سنائیں گی؟'' فاروق نے دادی جان کے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''آج...... ہاں ٹھیک ہے...... آج میں تمھیں ایک غریب بادشاہ کی کہانی سناؤں گی۔''

''جی...... کیا فرمایا؟ غریب بادشاہ کی کہانی ...... بادشاہ بھی بھلا غریب ہوتے ہیں...... ان کا تو پورے ملک پر حکم چلتا ہے...... ان کے ہاتھ میں تو سب کچھ ہوتا ہے۔'' امجد نے حیران ہو کر کہا۔

''یہ ٹھیک ہے، لیکن اس کے باوجود کچھ بادشاہ غریب بھی گزرے ہیں...... یہ کہانی بھی ایک ایسے ہی بادشاہ کی ہے۔''

''اچھی بات ہے...... سنائیے پھر......''

''یہ کہانی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد کی ہے...... آپ بنی اسرائیل کے لیے ایک صندوق چھوڑ گئے تھے۔''

''جی کیا فرمایا؟...... صندوق...... آپ کا مطلب ہے، خزانے کا صندوق۔'' فاروق اچھل پڑا۔

''ارے نہیں بھئی...... سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس خزانہ کہاں سے آیا...... اللہ کے نبی دنیا میں خزانے جمع کرنے نہیں آتے...... اس صندوق میں سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے۔ بنی اسرائیل اس صندوق کو مقدس سمجھتے تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ اس صندوق سے انھیں برکت حاصل ہوتی ہے، جنگوں میں وہ اس صندوق کے ذریعے سے
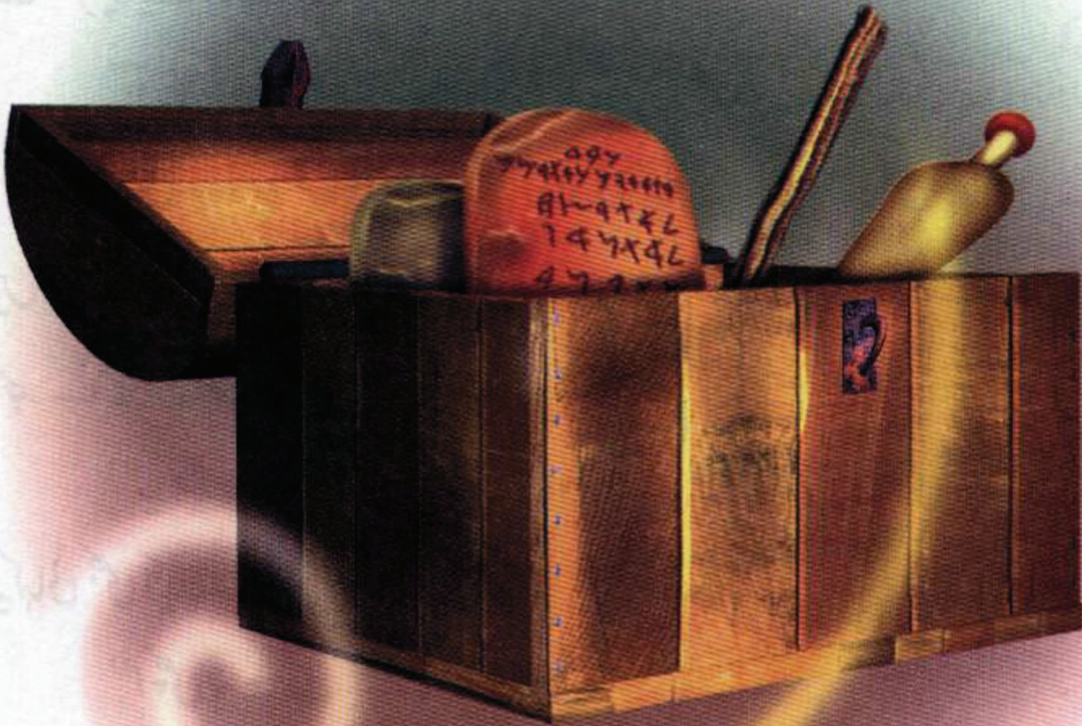
ثابت قدم رہتے ہیں۔ وہ اس کی حفاظت کرتے اور اس کو اپنے ساتھ اٹھائے پھرتے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کی قوم کی باگ ڈور سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام کے سپرد ہوئی۔“

”ایک منٹ دادی جان! آپ نے یہ نہیں بتایا کہ یوشع بن نون کون تھے؟“

”سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں میں نے بتایا تھا کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لیے گئے تو آپ کے ساتھ آپ کا ایک خادم تھا۔ وہ خادم یہی سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ آپ کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے آخری ایام میں نبوت عطا کی گئی۔ آپ سیدنا یوسف علیہ السلام کی نسل سے تھے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل نے میدانِ تیہ میں چالیس سال پورے کر لیے تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مقدس زمین (فلسطین) کی طرف بڑھو اور وہاں موجود سرکش و جابر قوموں سے لڑائی کرو اور انھیں شکست دو، میری نصرت و مدد تمھارے ساتھ ہے۔

سیدنا یوشع علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا۔ سب نے حکمِ الٰہی پر لبیک کہا اور آپ کے ساتھ چل پڑے۔ راستے میں اَرِیْحا نامی شہر آیا۔ یہ بنی اسرائیل کے دشمنوں اور اللہ کے باغیوں کا شہر تھا۔ سیدنا یوشع علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے دشمنوں کو للکارا۔ وہ سب باہر نکل آئے اور بنی اسرائیل کا سخت مقابلہ کیا۔ بالآخر شکست اُن کا مقدر بنی اور فتح و کامرانی بنی اسرائیل کے حصے میں آئی۔ اس کے بعد سیدنا یوشع علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر آگے بڑھے اور چلتے چلتے بیت المقدس کے قریب پہنچ گئے۔ جس

روز آپ بیت المقدس پہنچے وہ جمعۃ المبارک کا روز تھا اور عصر کے بعد کا وقت تھا۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ سیدنا یوشع علیہ السلام نے سورج کو مخاطب کر کے فرمایا:

'تو بھی اللہ کے حکم کا پابند ہے اور میں بھی اللہ کے حکم کا پابند ہوں۔

یا اللہ! اسے کچھ دیر کے لیے غروب ہونے سے روک دے۔''

''دادی جان، انھوں نے سورج کو رکنے کا حکم کیوں دیا۔ آخر اتنی جلدی کیا تھی۔ دوسرے دن بھی تو بیت المقدس فتح کر سکتے تھے؟'' فاروق نے بے چینی سے پوچھا۔

''بیٹا! بات دراصل یہ تھی کہ وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا اور اس سے اگلا دن ہفتے کا دن تھا۔ یہ دن بنی اسرائیل کی عبادت کا دن تھا۔ اس دن بنی اسرائیل کو لڑائی کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لیے سیدنا یوشع علیہ السلام نے سورج کو رکنے کا حکم دیا۔ تاکہ اگلا دن آنے سے پہلے پہلے وہ بیت المقدس فتح کر لیں اور ہفتے کے دن کو حکمِ الٰہی کے مطابق عبادت میں گزاریں۔ چنانچہ سورج اپنی جگہ ٹھہر گیا اور سیدنا یوشع علیہ السلام نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'سورج کسی انسان کے لیے نہیں روکا گیا، صرف یوشع علیہ السلام کے لیے روکا گیا۔ جب انھوں نے بیت المقدس کی طرف سفر شروع کیا تھا۔'

بیت المقدس کی فتح کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ بارگاہِ الٰہی میں عاجزی اور انکساری کے ساتھ جھکتے ہوئے اور ''حِطَّةٌ'' کا ورد کرتے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہونا۔''

صَندوق کی واپسی

''دادی جان یہ حِطَّةٌ کا کیا مطلب ہے؟'' فاروق نے معصومانہ انداز میں پوچھا۔

''اس کا مطلب ہے: اے اللہ! ہم کو بخش دے اور ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔ لیکن انھوں نے عاجزی اور انکساری کے ساتھ جھکنے اور توبہ و استغفار کے بجائے، اکڑتے ہوئے اور سر بلند کرتے ہوئے چلنا شروع کر دیا اور حِطَّةٌ کے بجائے حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ کہنے لگے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں بالیوں میں محفوظ دانوں کی ضرورت ہے۔''

''گویا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو بدل کے رکھ دیا۔'' فاروق نے افسوس کے انداز میں کہا۔

''ہاں بیٹا انھوں نے اللہ کے حکم کو بدل دیا اور اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ لیکن جب کوئی قوم حکمِ الٰہی سے سرکشی کرتی ہے اور غرور و تکبر کی روش اپناتی ہے تو پھر ان پر اللہ کا عذاب آکر رہتا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں پر بھی عذاب نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

'پھر ان ظالموں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی، بدل ڈالا۔ ہم نے ان ظالموں پر ان کے گناہ اور نافرمانی کی وجہ سے آسمانی عذاب نازل کیا۔'

جب بیت المقدس پر بنی اسرائیل کا قبضہ ہوگیا تو سیدنا یوشع علیہ السلام ان کے ساتھ وہیں رہنے لگے اور اللہ کی کتاب تورات کے مطابق ان پر حکومت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ وفات پا گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ایک سو ستائیس سال تھی۔ آپ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد ستائیس سال زندہ رہے۔

سیدنا یوشع علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل پھر گمراہ ہوگئے۔ انھوں نے

حق کو چھوڑ دیا۔ جھوٹ کا دامن تھام لیا۔ تورات کے احکام کو بھلا دیا، خواہشات کے پیچھے لگ گئے، مال کی محبت نے انھیں اندھا کر دیا، سود لینے سے بھی وہ باز نہیں آتے تھے، لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھانے لگے۔ جن انبیائے کرام کو ان کی طرف بھیجا گیا، انھیں ان لوگوں نے قتل کر دیا، حالانکہ ان انبیاء کا مقصد انھیں گمراہی سے نکالنا تھا۔

اس گمراہی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ظلم اور فساد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں سزا دی اور ان پر ظالم حکمران مقرر کر دیے۔ وہ ان پر خوب ظلم ڈھاتے تھے، یہاں تک
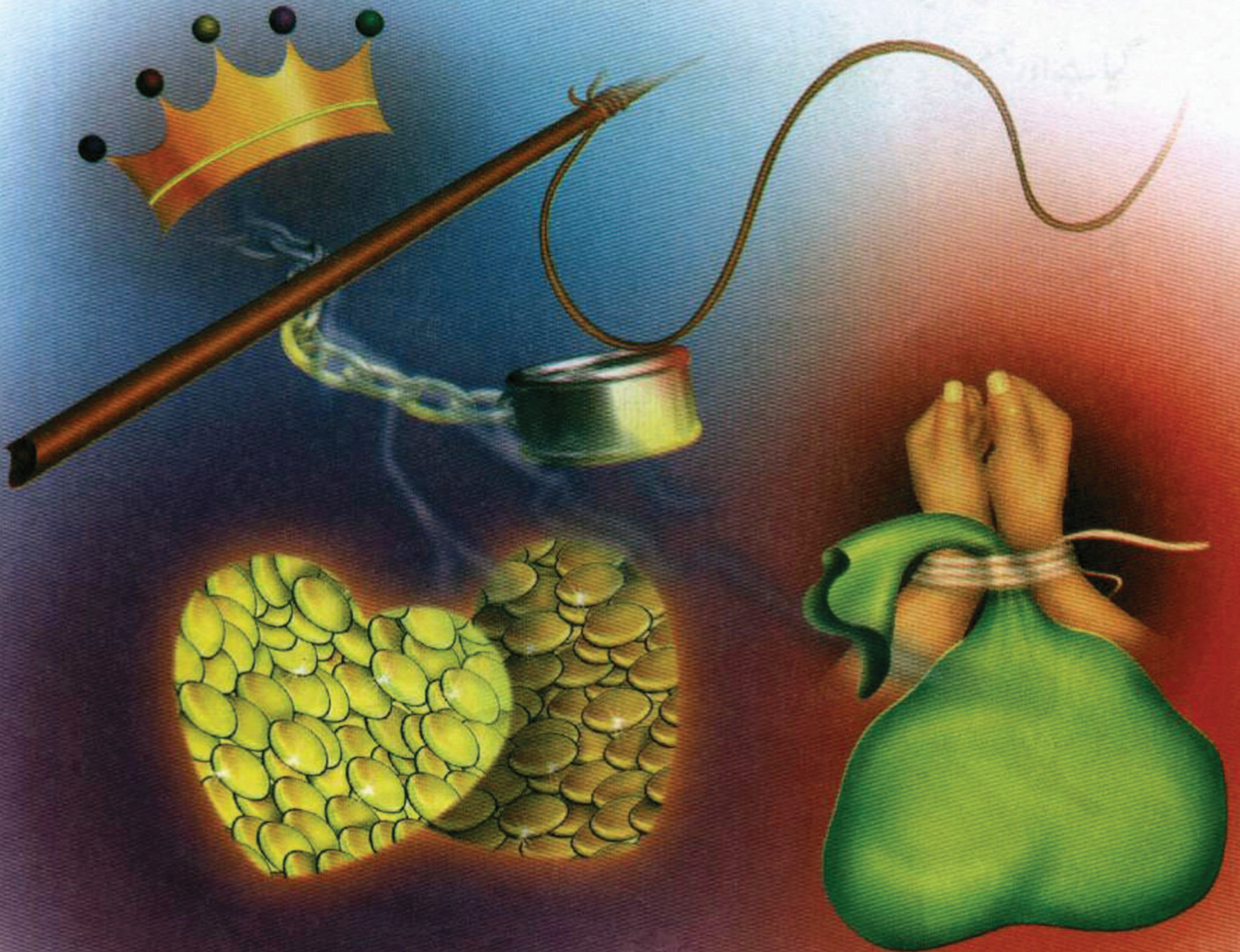
کہ ایک جنگ میں انھیں دشمن نے بہت بڑی شکست دی ۔ ان کا شیرازہ بالکل بکھر گیا۔ ان میں سے بہت سوں کو قیدی بنا لیا گیا، وہ صندوق بھی ان سے چھین لیا گیا جس میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے تبرکات تھے۔‘‘

’’اوہ! وہ اس حال تک پہنچ گئے۔‘‘ فاروق بول اُٹھا۔

’’ہاں بچو! بنی اسرائیل ذلت اور رسوائی کی وجہ سے بہت غمگین رہنے لگے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سیدنا شمویل علیہ السلام کو بھیجا۔ انھوں نے شمویل علیہ السلام سے کہا:

’اے شمویل! آپ کو پتا ہے کہ ہم کس قدر ذلیل ہو چکے ہیں، دشمن ہم پر چھا گیا

ہے۔ آپ اللہ سے دعا کریں، وہ ہمیں ایسا بادشاہ عطا فرمادے کہ جس کی قیادت میں ہم دشمن سے جہاد کریں اور فتح یاب ہوں۔'

ان کی بات سن کر سیدنا شمویل علیہ السلام نے کہا:

'اگر اللہ تم پر ایسا بادشاہ مقرر کردے تو کیا تم اپنا وعدہ پورا کرو گے، اس کے ساتھ مل کر جنگ کرو گے؟'

بنی اسرائیل جواب میں فوراً بولے:

'ہاں! کیوں نہیں! ہم ضرور اس کے ساتھ مل کر دشمن سے جنگ کریں گے، اللہ کے راستے میں لڑیں گے، بھلا ہم کیوں نہیں لڑیں گے جب کہ ہمارے گھروں کو اجاڑ دیا گیا ہے اور ہمیں بچوں سے دور کر دیا گیا ہے۔'

بنی اسرائیل نے سیدنا شمویل علیہ السلام کو بہت مجبور کیا کہ وہ یہ دعا کریں۔ آخر سیدنا شمویل علیہ السلام عبادت میں مشغول ہوگئے، انھوں نے نماز ادا کی، پھر اللہ سے دعا کی:

'اے اللہ! ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر فرمادے۔'

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کی طرف وحی کی کہ انھی میں سے ایک آدمی کو بادشاہ مقرر کر دیا ہے، اس کا نام طالوت ہے۔

طالوت ایک غریب آدمی تھا، البتہ اللہ تعالیٰ نے اسے طاقت ور جسم عطا فرمایا تھا۔ علم اور عقل میں بھی وہ دوسروں سے بڑھ کر تھا۔ اس میں جنگی صلاحیتیں بھی تھیں۔ سیدنا شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا:

'اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔'

اس پر وہ اَڑ گئے، سخت ہوگئے اور کہنے لگے:

'ہم تو اسے بادشاہ نہیں مانیں گے، یہ تو ایک فقیر آدمی ہے، اس کے پاس نہ تو مال ہے نہ کوئی اور چیز، یہ کیسے ہمارا بادشاہ ہوسکتا ہے، اس کی نسبت تو ہم بادشاہ بننے کے زیادہ حق دار ہیں۔'

یہ اعتراض گویا انھوں نے اللہ اور اس کے نبی پر کیا تھا، کیونکہ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا تھا، چنانچہ سیدنا شمویل علیہ السلام نے ان سے کہا:

'طالوت کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے..... اور سن لو، بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہاری طرف ایک نشانی بھیجے گا، وہ نشانی طالوت کی بادشاہت کی دلیل ہوگی، جب وہ نشانی تمہارے پاس آجائے تو اس کی پیروی کرنا، اس پر اعتراض نہ کرنا، وہ نشانی ایک صندوق ہوگا۔ فرشتے اس صندوق کو اٹھا کر تمہارے پاس لائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔'

بنی اسرائیل اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوئے اور بے صبری سے صندوق کے واپس لوٹنے کا انتظار کرنے لگے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوگیا، صندوق دوبارہ ان کی طرف لوٹ آیا۔ اس کو فرشتے لائے تھے۔ ساتھ ہی بنی اسرائیل کو تاکید کی گئی کہ طالوت تمہارا بادشاہ ہے، سب کے سب اس کے گرد جمع ہوجاؤ، اللہ کی مدد اس کے ہاتھوں پر ظاہر ہوگی۔

صندوق کی واپسی کے بعد بنی اسرائیل نے طالوت کو اپنا بادشاہ مان لیا۔ طالوت نے تمام لشکر کو جمع کیا، اس کو درست کیا، پھر دشمنوں سے جنگ کرنے کے لیے

بیت المقدس کی طرف چل پڑے۔ کئی دن کے مسلسل سفر کی وجہ سے انھیں تھکاوٹ، بھوک اور پیاس کا سامنا کرنا پڑا۔ ایسے حالات میں طالوت نے ان سے کہا:

'بہت جلد تمہارا گزر ایک نہر کے پاس سے ہوگا، اس نہر میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ تمہارا ایمان کس قدر مضبوط ہے، تم میں برداشت کی کتنی قوت ہے، تم دشمنوں سے کس طرح ملتے ہو۔ جس نے اس نہر سے پانی پی لیا، وہ میرے ساتھ نہ آئے اور جس نے پانی نہ پیا یا صرف ایک چلو پانی پیا تو وہ مومن ہے اور میرے ساتھ جنگ میں شریک ہوسکتا ہے۔'

چنانچہ جب نہر آئی تو ان میں سے زیادہ لوگوں نے پانی پی لیا، بہت کم ایسے تھے

جو پختہ نکلے۔ انھوں نے پانی نہ پیا۔ بس وہی لوگ طالوت کے ساتھ رہ گئے۔

آخر دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے، دشمن کے لشکر کا قائد جالوت تھا۔ وہ بہت بداخلاق، سخت گیر اور جنگ جو تھا۔ جنگی چالوں سے خوب واقف تھا۔ جو بھی اس کے مقابلے میں آتا وہ اسے قتل کر دیتا تھا۔ بنی اسرائیل کے لشکر نے جب نہر عبور کی تو اس کی تعداد بہت تھوڑی رہ گئی تھی۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذکر کیا کرتے تھے کہ غزوۂ بدر میں اتنے صحابہ رضی اللہ عنہم شریک تھے جتنے طالوت کے (مخلص) ساتھی تھے، جنھوں نے طالوت کے ہمراہ دریا عبور کیا تھا اور ان کی تعداد تین سو افراد سے کچھ زائد تھی۔

جالوت کا لشکر تعداد میں کئی گنا بڑا تھا...... اس کی تیاری بھی ہر لحاظ سے مکمل تھی۔ بنی اسرائیل نے جب اس بڑے لشکر کو دیکھا اور اپنی کم تعداد کو بھانپ لیا تو کہنے لگے:

'آج ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں کے خلاف لڑنے کی طاقت نہیں'۔

ان میں سے جو پختہ ایمان والے تھے، وہ بول اٹھے:

'فتح نہ تو زیادہ تعداد سے ہوتی ہے، نہ زیادہ تیاری کرنے سے، فتح تو بے شک اللہ کی مدد سے ہوتی ہے، ہم ایسی کتنی جماعتیں دیکھ چکے ہیں جو تعداد میں کم تھیں، لیکن اللہ کی مدد سے وہ بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں...... اور یہ کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'۔

جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آ گئے تو جالوت نے کرخت آواز میں للکارا:

'میرے مقابلے پر کون آتا ہے!'

بنی اسرائیل کے لشکر کے تمام لوگ خاموش رہے۔ وہ جانتے تھے کہ جالوت بہت جنگ جو ہے۔ جب کوئی نہ بولا تو جالوت نے پھر اپنی بھدّی آواز میں کہا:

'کیا تم میں کوئی بھی ایسا بہادر نہیں جو میرا مقابلہ کر سکے، کیا تم سبھی بزدل ہو!'

اس پر بھی سب خاموش رہے۔

آخر ایک کم سن نوجوان باہر نکلا۔ اس کا نام داود تھا۔ اس نے کہا:

'میں تیرا مقابلہ کروں گا۔'

لشکر کے سالار طالوت نے کہا:

'نہیں! تم اس کے مقابلے پر نہ جاؤ، تم ابھی بچے ہو، تمہارا اتنا تجربہ نہیں، تم جالوت کا مقابلہ نہیں کر سکو گے، وہ بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ جنگی چالوں سے بھی خوب واقف ہے۔'

اس وقت یہ بات عقل مندی کے خلاف تھی کہ خود طالوت، جالوت کے مقابلے

میں نکلتے، کیونکہ ان کی شکست کی صورت میں سارا لشکر تتر بتر ہو جاتا، اس لیے انھوں نے مڑ کر اپنے لشکر کی طرف دیکھا اور بولے:

'میں وعدہ کرتا ہوں جو مجاہد اس سرکش کو قتل کرے گا، میں اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دوں گا، اسے بادشاہت میں اپنا حصے دار بنا لوں گا۔'

اس مرتبہ پھر وہ کم سِن نوجوان یعنی داود باہر نکلا اور بولا:

'اے بادشاہ! مجھے مقابلے کی اجازت دے دیں!'

طالوت نے پھر وہی بات کہی:

'آپ ابھی کم عمر ہیں، ناتجربہ کار ہیں اور وہ زبردست لڑاکا ہے، آپ اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے، وہ آسانی سے آپ کو قتل کر دے گا۔'

اس پر داود بولے:

'اے بادشاہ! کامیابی جسمانی طاقت، اسلحہ اور تجربے سے نہیں ہوتی اس کا تعلق تو اللہ کی ذات سے ہے جو طاقت ور اور غالب ہے، میں مومن ہوں، وہ کافر، اس لیے اللہ تعالیٰ ضرور میری مدد کرے گا۔'

آخر طالوت نے داود کو جالوت سے مقابلے کی اجازت دے دی۔ داود مجاہدین کی صف سے نکل کر اس کی طرف بڑھا، وہ بھی اس حالت میں کہ نہ تو اس کے سر پر خَود تھا، نہ بدن پر زرہ تھی اور نہ اس کے ہاتھ میں کوئی اسلحہ تھا، بس اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک سادہ سا ہتھیار تھا۔ اس کے سرے میں پتھر رکھا ہوا تھا۔ اس ہتھیار کو گوپیا کہا جاتا تھا۔

طالوت نے دیکھا کہ داود کے
پاس کوئی اسلحہ نہیں ہے۔ اس نے اپنی
زرہ، خود اور تلوار اتار کر داود کی طرف
بڑھا دی، لیکن انھوں نے لینے سے انکار
کر دیا۔ اب وہ جالوت کی طرف
بڑھے۔ جالوت مذاق اڑانے کے انداز
میں ہنسا اور کہنے لگا:

'اے بچے، جا چلا جا، کہیں دور
جا کر کھیل، یہ کھیلنے کی جگہ نہیں، یہ تو میدانِ جنگ ہے۔'

اس پر داود بولے:

'میں تو لڑنے کے لیے آیا ہوں...... آگے آؤ اور میرا مقابلہ کرو۔'

جواب میں جالوت نے کہا:

'اے بچے! میں تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا۔'

وہ کیا جانتا تھا کہ جسے وہ معمولی بچہ سمجھتا ہے وہ جرأت و بہادری کا پیکر ہے۔

داود مسکرائے اور بولے:

'لیکن میں تو تمھیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔'

اب جالوت غصے میں آ گیا۔ اس نے تلوار سونت لی اور داود کی طرف بڑھا۔ داود
نے اپنے گوپیے میں رکھا ہوا پتھر تاک کر اس کی طرف پھینکا۔ پتھر سیدھا جالوت کے سر پر

لگا۔ اس کا سر پھٹ گیا، وہ زمین پر گر کر بُری طرح تڑپنے لگا۔ پھر اسی حالت میں مر گیا۔ اس کے لشکر نے جب اپنے بادشاہ کو مرتے دیکھا تو ان پر خوف چھا گیا، دلوں پر رعب طاری ہوگیا۔ وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ ہر ایک خود کو بچانے کی فکر میں پڑ گیا۔

طالوت نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔ اب جالوت کے لشکر کا قتلِ عام شروع ہوگیا یا پھر انھیں قیدی بنایا جانے لگا۔ آخر طالوت کا لشکر جالوت کے لشکر پر اللہ کے حکم سے غالب آ گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> 'مومنوں نے اللہ کے حکم سے کافروں کو شکست دی اور داود نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے داود کو بادشاہی اور حکمت عطا کی اور جو چاہا اسے سکھایا۔'

جالوت کے قتل کے بعد طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنی بیٹی کی شادی داود سے کر دی۔ اپنے لشکر کا سپہ سالار بھی انھیں بنا دیا۔ اس طرح داود بہت مشہور ہوگئے۔ بنی اسرائیل ان سے بہت محبت کرنے لگے۔ وہ طالوت سے بھی زیادہ ان کے محبوب بن گئے...... اور یہ داود کی عاجزی اور انکساری تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ فضیلت بخشی تھی۔ آپ اللہ کا شکر کرتے تھے۔ اس کی تسبیحات اور تعریف نے ان کی عظمت کو مزید بڑھا دیا۔

کچھ مدت بعد طالوت فوت ہوگئے۔ داود بادشاہ بن گئے۔ حکومت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھوں میں آ گئی۔ اس عرصے میں ان پر اللہ کا ایک زبردست انعام یہ ہوا کہ آپ منصبِ نبوت و رسالت سے بھی سرفراز کر دیے گئے۔ آپ نے لوگوں پر عدل و انصاف

سے حکومت کی۔ آپ کو آپ کی نرمی سے جانا جاتا تھا۔ اللہ نے انھیں علم اور حکمت سے بھی نوازا تھا، پھر نبی بنا کر بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا۔ ان کی طرف آسمان سے کتاب نازل فرمائی۔ اس کو زبور کہا جاتا ہے۔

سیدنا داود علیہ السلام کی آواز بھی بہت خوب صورت تھی۔ اور یہ اللہ کی عطا تھی۔ ان جیسی
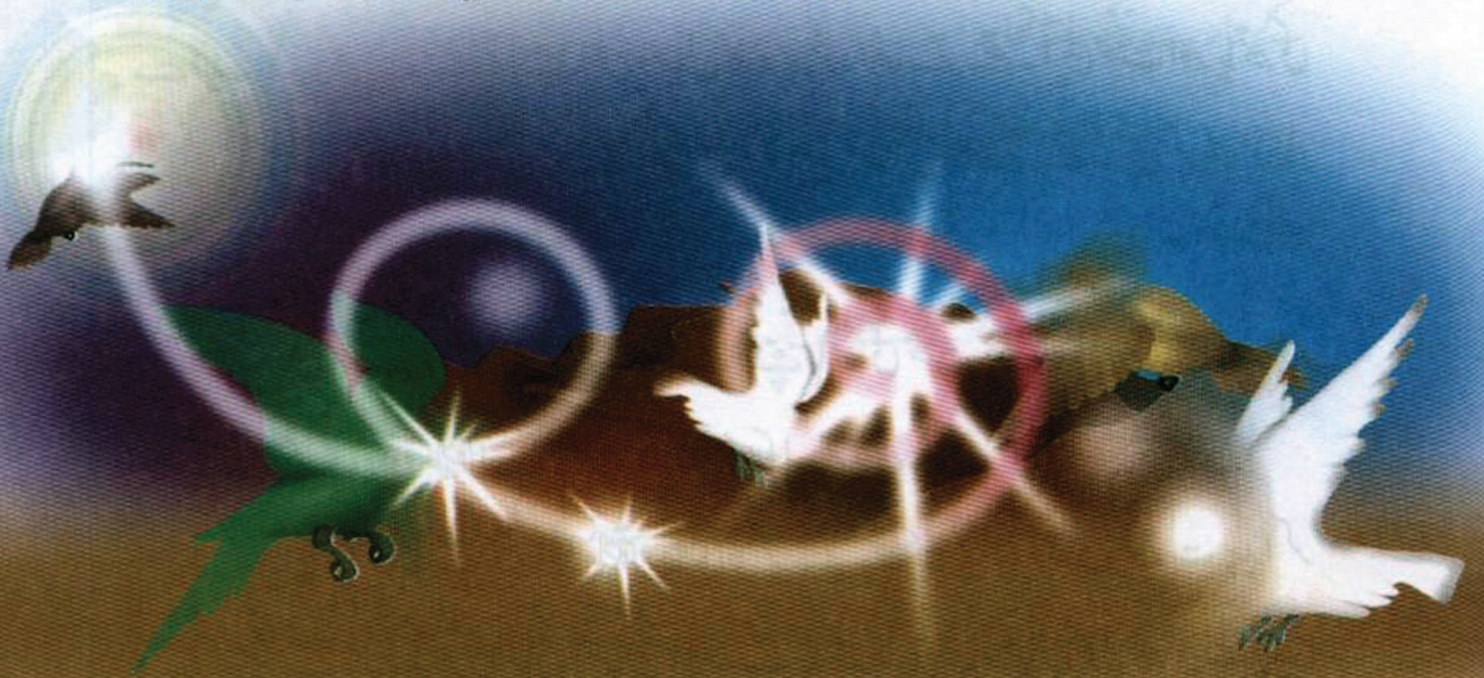
خوب صورت آواز اور کسی کی نہیں تھی۔ آپ بہت زیادہ پرہیز گار، ہمیشہ عبادت کرنے والے، بہت زیادہ تسبیحات کرنے والے انسان تھے۔ آپ رات کو قیام فرماتے۔ رات کا تہائی حصہ نماز اور زبور پڑھنے میں گزارتے تھے۔

آپ کی خوب صورت آواز کا عجیب اثر تھا۔ پرندے سننے کے لیے جمع ہو جاتے۔ وہ بھی آپ کے ساتھ تسبیح کرنے لگتے، یہاں تک کہ پہاڑ بھی آپ کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔

آپ کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ ایک دن روزہ رکھتے، ایک دن افطار

کرتے۔ آپ کے روزوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'اللہ کے ہاں سب سے بہترین روزے داود علیہ السلام کے روزے ہیں۔'

اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت احسانات فرمائے۔ ان کے لیے نبوت اور بادشاہت کو جمع کر دیا۔ سریلی آواز سے نوازا، حکومت و بادشاہت کے باوجود سیدنا داود علیہ السلام بیت المال سے ایک روپیہ نہ لیتے تھے۔ اپنے اہل وعیال کا بوجھ خود اٹھاتے تھے۔ اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے حلال روزی حاصل کرتے اور اسی کو ذریعہ معاش بناتے تھے۔ نبیٔ کریم ﷺ کا فرمان ہے:

'کسی انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا رزق ہے اور بلاشبہ اللہ کے نبی داود علیہ السلام اپنے ہاتھ سے روزی کماتے تھے۔'

بیان کیا جاتا ہے کہ داود علیہ السلام دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! ایسی صورت پیدا کر دے کہ میرے لیے ہاتھ کی کمائی آسان ہو جائے کیونکہ میں اہل وعیال کا بوجھ بیت المال پر نہیں ڈالنا چاہتا۔ سیدنا داود علیہ السلام کی اس خواہش کو اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت کے ساتھ قبول کیا کہ لوہے کو ان کے لیے نرم کر دیا۔ لوہا ان کے ہاتھوں میں آتے ہی موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔ نرم کرنے کے لیے آگ میں ڈالنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ نہ انھیں ہتھوڑے برسانے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ آپ لوہے کو اپنے ہاتھوں سے دھاگوں کی طرح بٹتے تھے۔

اللہ کی اس نعمت سے جہاں آپ نے خود فائدہ اٹھایا وہاں اپنی قوم کو بھی فائدہ پہنچایا...... لوہے سے زرہیں بنائیں۔ سیدنا داود علیہ السلام لوہے کی تار بناتے، پھر ایک تار کو

دوسری سے جوڑ دیتے۔ اس
طرح لوہے کا لباس تیار ہو جاتا۔
جنگ کے میدان میں یہ لباس کام آتا
اس لباس کو پہننے والا تلواروں اور نیزوں
کے وار سے بچ جاتا تھا۔

سیدنا داود علیہ السلام پہلے انسان ہیں جنھوں نے زرہ
بنائی۔ آپ زرہیں بنا کر فروخت کرتے تھے۔ انھی کی کچھ آمدنی
اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے اور بقیہ غریبوں پر صدقہ وخیرات
کر دیتے تھے۔

آپ اپنے اہل وعیال کے معاملے میں بہت زیادہ غیرت مند تھے۔
جب آپ گھر سے باہر جاتے تو دروازہ بند کر دیتے تھے۔ آپ کی واپسی تک کوئی
آپ کے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک دن آپ باہر گئے ہوئے تھے۔ گھر کا دروازہ
بند تھا...... لیکن جب آپ واپس آئے اور گھر میں داخل ہوئے تو آپ کو گھر میں ایک آدمی
نظر آیا۔ آپ حیران ہوئے کہ گھر کا دروازہ تو بند تھا، پھر یہ شخص کیسے اندر داخل ہوا۔ آپ
نے اس سے پوچھا:

'تُو کون ہے؟'

جواب میں اس نے کہا:

'میں وہ ہوں جو بادشاہوں سے نہیں ڈرتا، نہ مجھے کہیں داخل ہونے سے روکا

جاسکتا ہے۔‘

یہ سن کر سیّدنا داود علیہ السلام نے فرمایا:

’پھر تُو ضرور موت کا فرشتہ ہے، میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔‘

موت کے فرشتے نے آپ کی روح قبض کرلی۔ آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر سو سال تھی۔

صندوق کی واپسی

بلندی سے پستی میں گرنا بہت تکلیف دیتا ہے

عزت، ذلت میں بدل جائے تو کانٹوں کی طرح چبھتی ہے

لیکن وہ عجیب لوگ تھے

اپنے ہی ہاتھوں سے عزت کا جنازہ نکال کر خوش تھے

اپنے دامن میں رسوائی کی خاک سمیٹ کر مطمئن تھے

اپنی آنکھوں پر حرص وہوس کی پٹی باندھ کر مسرور تھے

اس کا انجام بھی ہولناک تھا

ایسے لوگ، ہر بُرے انجام کے مستحق تھے

دنیا کی نظروں میں وہ ذلیل ورسوا ہوئے

مقام اور مرتبے سے محروم ہوئے

جب ان کی آنکھیں کھلیں تو توبہ کرنے لگے

پھر ان پر اللہ نے بہت بڑا انعام کیا

وہ انعام کیا تھا یہ جاننے کے لیے پڑھیے

''صندوق کی واپسی''